مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
قیدی عورتوں اور لونڈیوں سے تمتع کی شرائط	379	تیمم اور غسل جنابت	408
نکاح کی شرائط	380	تیمم کا طریقہ	408
نکاح متعہ ایک اضطراری رخصت تھی	380	غسل کا طریقہ	408
سیدنا عمرؓ کا تعزیری حکم	382	دین میں تنگی نہیں	409
نصف رجم اور منکرین حدیث کا چکمہ	384	یہود کی شرارتیں	411
ایک اعتراض کا جواب	384	شرک ناقابل معافی جرم ہے	412
پہلی شریعتوں کا اتباع کیسے؟	385	سستی نجات کے عقیدے	413
معاشرتی اصلاحات پر مخالفین کا شور وغوغا	385	جبت اور طاغوت کے معنی	414
شرعی احکام میں انسانی کمزوریوں کا لحاظ	385	یہود کا مشرکوں کو مسلمانوں سے بہتر قرار دینا	414
باطل طریقے کون کون سے ہیں؟	386	یہود کا بخل اور تنگ نظری	414
خودکشی کی حرمت	393	اسلامی حکومت کے چار اصول	417
کبیرہ گناہ کون کون سے ہوتے ہیں	393	جمہوریت خلافت کی عین ضد ہے	417
حسد کی بجائے اللہ کا فضل طلب کرنا چاہیے	395	اطاعت امیر کی اہمیت اور حدود	418
اجر وثواب میں مرد وعورت برابر ہیں	395	امیر سے تنازعہ	419
مواخات اور میراث	396	سیاسی تنازعات اور ان کا حل	419
مرد قوام کس لحاظ سے ہیں؟	396	مذہبی تنازعات اور ان کا حل	420
اچھی بیوی کی صفات	397	فقہ یا قیاس دین کی بنیاد نہیں ہے	420
زوجین میں ثالثی فیصلہ	398	ہر قسم کے باطل نظاموں اور فرقوں کی بنیاد کوئی بدعی	
ہمسایہ سے بہتر سلوک	399	عقیدہ یا عمل ہوتا ہے	420
مسافروں سے بہتر سلوک	401	عام تنازعات	420
لونڈی غلاموں سے بہتر سلوک	402	منافقوں کا آپ ﷺ کے پاس فیصلہ لانے سے گریز	421
غلاموں کا وقار بلند کرنے کے اقدامات	403	سیدنا عمرؓ کا منافق کے حق میں فیصلہ	421
اسلام میں داخل ہونے کے لیے شہادتیں	403	اختلافات کے خاتمہ کا واحد حل رسول اللہ ﷺ کی	
بخل کی مذمت	405	اتباع کا وجوب	423
ریاکاری کی وجہ	405	منعم علیہم کون کون ہیں۔	424
آخرت کے منکر خسارہ میں ہیں	406	آپ ﷺ کی رفاقت کیسے؟	424
سابقہ امتوں پر آپ ﷺ کی گواہی	406	جنگ احد کے بعد مسلمانوں کی حالت اور احکام	425
حرمت شراب کے احکام میں تدریج	407	جہاد کی ترغیب اہمیت اور فوائد	426

۷ آیاتھا سُورَۃُ الفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

آیات ۷ سورۃ[۱] فاتحہ مکی ہے (۵) رکوع ۱

(شروع) اللہ کے نام[۲] سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔[۳] ۱

[۱] ❁ تلاوت سے پہلے تعوذ کا حکم:۔ قرآنِ کریم کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے ﴿آعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرّجیم﴾ ضرور پڑھ لینا چاہئے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے ﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ (۱۶:۹۸) ”جب آپ ﷺ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کیجئے“

اور یہ تو ظاہر ہے کہ پناہ کسی نقصان پہنچانے والی چیز یا دشمن سے درکار ہوتی ہے اور ایسی ہستی سے پناہ طلب کی جاتی ہے جو اس نقصان پہنچانے والے دشمن سے زیادہ طاقتور ہو۔ شیطان چونکہ غیر محسوس طور پر انسان کی فکر پر اثر انداز ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ دعا دراصل قرآن کی تلاوت کے دوران کج فکری سے بچنے اور قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کی دعا ہے۔ نیز یہ وہ دُعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو سکھائی اور اسے پڑھنے کا حکم دیا۔

(۱) ❁ فضائل سورہ فاتحہ:۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن جبرئیلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنے اُوپر ایک زوردار آواز سنی انہوں نے اپنا سر اٹھایا۔ پھر فرمایا: ”یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا“ پھر فرمایا: ”یہ ایک فرشتہ ہے جو آج سے پہلے زمین پر کبھی نازل نہیں ہوا۔ پھر اس فرشتے نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور دو نوروں کی خوشخبری دی اور کہا: ”یہ دو نور آپ ہی کو دیئے جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ ایک سورۃ فاتحہ اور دوسرا سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات۔ آپ ﷺ جب کبھی ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے تو آپ ﷺ کو طلب کردہ چیز ضرور عطا کی جائے گی“ (صحیح مسلم۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب فضل الفاتحہ)

(۲) ❁ سورہ فاتحہ کے مختلف نام:۔ سیدنا ابو سعید بن معلّی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ”میں تجھے قرآن کی ایک ایسی سورت بتاؤں گا جو قرآن کی سب سورتوں سے بڑھ کر ہے اور وہ ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ وہی ﴿سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ﴾ اور قرآنِ عظیم ہے جو مجھے دیا گیا“ (بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ انفال: ۲۴ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا نیز تفسیر سورۃ فاتحہ)

(۳) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سورۃ الحمد ہی اُم القرآن، اُم الکتاب اور دہرائی ہوئی سات آیتیں ہیں۔ (ترمذی: ابواب التفسیر، تفسیر سورۃ محمد)

اس سورہ کا سب سے زیادہ مشہور نام الفاتحۃ ہے جس کے معنی ہیں کھولنے والی یعنی دیباچہ، مقدمہ یا پیش لفظ۔ اس کے متعلق علماء کی دو آراء ہیں: ایک یہ کہ یہ سورۃ ایک دعا ہے جو بندوں کو سکھائی گئی ہے کہ وہ اس انداز سے اللہ سے ہدایت طلب کیا کریں اور باقی سارا قرآن اس دعا کا جواب ہے۔ ان حضرات کی توجیہ یہ ہے کہ اس سورہ کا ایک نام سورۃ الدعاء بھی ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ سورہ سارے مضامین قرآن کا اجمالی خلاصہ ہے۔ پھر اس سورہ کا خلاصہ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ہے۔ ہمارے نزدیک دوسری رائے ہی راجح ہے اور اس کی مندرجہ ذیل دو وجوہ ہیں:

تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ وَهُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡ‌ۚ وَعَسٰۤى اَنۡ

تَكۡرَهُوۡا شَيۡـــًٔا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ‌ۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـــًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا

تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۱۶﴾ ع يَسۡـــَٔلُوۡنَكَ عَنِ الشَّهۡرِ الۡحَـرَامِ قِتَالٍ فِيۡهِ‌ؕ قُلۡ قِتَالٌ فِيۡهِ كَبِيۡرٌ‌ؕ وَصَدٌّ عَنۡ ع ۲۶ ۱۰

یقیناً اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے (۲۱۵)

تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔[۲۸۵] اور یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی چیز کو تم پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اور (یہ حقیقت) اللہ ہی خوب جانتا ہے، تم نہیں جانتے (۲۱۶) ع

لوگ آپ سے حرمت والے مہینہ میں لڑائی کرنے سے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ ان سے کہیے کہ حرمت والے مہینہ میں جنگ کرنا (فی الواقع) بہت بڑا گناہ ہے۔ مگر اللہ کی راہ[۲۸۶] سے روکنا

سب سے پہلے اسی دوسرے اہم سوال کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کہ کن کن کو دیا جائے۔ نفلی صدقات اور فرضی صدقات کے مصارف میں فرق ہے۔ کیونکہ نفلی صدقات کا تعلق انفرادی معاملات سے ہے اور زکوٰۃ کے مصارف کا تعلق اجتماعی معاملات سے بہرحال انفرادی اور نفلی صدقہ کے خرچ کے بارے میں بتایا گیا کہ سب سے پہلے حقدار والدین ہوتے ہیں۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ اقارب، یتیم، فقراء اور مسافر وغیرہ۔ نیز فرمایا کہ جو کچھ بھی تم خرچ کرو، خواہ وہ زیادہ ہو یا کم، معاشرہ کے ان افراد کو تمہیں ملحوظ رکھنا چاہیے اور اسی ترتیب سے ملحوظ رکھنا چاہئے جو یہاں بیان کی جا رہی ہے۔

[۲۸۵] جہاد کے فوائد اور اہمیت: مکی دور میں بعض جوشیلے مسلمان جہاد کی اجازت مانگتے رہے مگر انہیں جہاد کی بجائے صبر کی تلقین کی جاتی رہی اور یہاں مدینہ میں آ کر جب اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی اور جہاد فرض کیا گیا تو بعض مسلمانوں نے اسے دشوار سمجھا۔ کیونکہ ہر معاشرہ میں تمام آدمی ایک ہی جیسے نہیں ہوتے، بعض جوشیلے، دلیر اور جوان بہت ہوتے ہیں تو بعض بوڑھے کمزور اور کم ہمت بھی ہوتے ہیں۔ یہ خطاب اسی دوسری قسم کے لوگوں سے ہے اور انہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ جو چیز تمہیں بری معلوم ہوتی ہے، ہو سکتا ہے وہ فی الحقیقت بری نہ ہو، بلکہ تمہارے حق میں بہت مفید ہو اور اس کے برعکس بھی معاملہ ہو سکتا ہے اور بالخصوص یہ بات جہاد کے سلسلہ میں اس لیے کہی گئی کہ قتال سے ہر انسان کی طبیعت طبعاً نفرت کرتی ہے کیونکہ زندگی سے پیار ہر جاندار کی فطرت میں طبعاً داخل ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہاد میں جان و مال کا نقصان ہو گا۔ حالانکہ یہی جہاد کسی قوم کی روح رواں ہوتی ہے۔ شہید کی موت قوم کی حیات ہے۔ اسی لیے کتاب و سنت میں جہاد کو بہت افضل عمل قرار دیا گیا ہے اور بعض لوگ تو اسے اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ جہاد کو فرض کفایہ کی بجائے فرض عین سمجھنے لگے ہیں اور اسے اسلام کا چھٹا رکن سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کا انداز فکر درست نہیں۔ جہاد افضل الاعمال ہونے کے باوجود نہ فرض عین ہے اور نہ اسلام کا چھٹا رکن (تفصیل کے لیے دیکھئے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۹۶ اور سورہ توبہ کی آیت نمبر ۹۲ کے حواشی)

[۲۸۶] حرام مہینوں میں لڑائی: رسول اللہ ﷺ نے آٹھ آدمیوں پر مشتمل ایک دستہ جمادی الثانی ۲ھ کے آخر میں نخلہ کی طرف بھیجا (جو مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے) تاکہ کفار مکہ کی نقل و حرکت کے متعلق معلومات حاصل کرے۔ کیونکہ ان کی طرف سے مدینہ پر چڑھائی کا ہر آن خطرہ موجود تھا اس دستہ کو کفار کا ایک تجارتی قافلہ ملا۔ جس پر انہوں نے حملہ کر

اس حدیث کو ترمذی کے علاوہ احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

منکرین جواز کے دلائل کا جواب:۔ ۷۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک کنواری لڑکی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرے باپ نے میرا نکاح جبراً کر دیا ہے۔ میں راضی نہیں ہوں۔ آپ نے اسے اختیار دے دیا۔ (ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ۔ کتاب النکاح۔ باب الولی فی النکاح و استیذان المرأۃ تیسری فصل)

۸۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت کسی عورت کا نکاح نہ کرے۔ اور نہ عورت خود اپنا نکاح کرے اور جو عورت اپنا نکاح خود کرتی ہے وہ زانیہ ہے۔ (ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ حوالہ ایضاً)

۹۔ ابوسعید اور ابن عباس دونوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو وہ اس کا اچھا سا نام رکھے اور اچھا ادب سکھائے۔ پھر جب بالغ ہو تو اس کا نکاح کر دے۔ اگر اس کا نکاح بلوغت کے وقت نہ کیا اور وہ کسی گناہ کا مرتکب ہوا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہو گا۔ (بیہقی شعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ۔ حوالہ ایضاً)

واضح رہے کہ مندرجہ بالا سب احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ البتہ ولی کی رضا پر عورت کی رضا مقدم ہے۔

رشتہ میں لات مارنا:۔ اور اس آیت کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص اپنی عورت کو طلاق دے چکا ہو اور وہ مطلقہ عورت عدت گزار کر کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرنا چاہتی ہو تو سابقہ شوہر کو کوئی ایسی کمینہ حرکت نہ کرنی چاہیے جو اس کے ہونے والے نکاح میں رکاوٹ پیدا کر دے جس سے عورت پر تنگی پیدا کرنا مقصود ہو۔

بلوغت سے پہلے نکاح پر حکومت کی پابندی:۔ یہاں ایک اور مسئلہ پیدا ہوتا ہے جو موجودہ دور میں خاصی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے آیا ولی اپنے لڑکے یا لڑکی یا کسی دوسرے قریبی رشتہ دار کا بچپن میں نکاح کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟ اور اسی مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آیا بلوغت سے پہلے یا بچپن کا نکاح درست ہے یا باطل؟ اور یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر امت مسلمہ کے تمام فرقوں کا اتفاق ہے کہ بچپن کا نکاح درست ہوتا ہے اور ولی ایسا نکاح کرنے کا مجاز ہے۔ لیکن دور حاضر کے کچھ مجددین نے ایسے نکاح کو غلط اور باطل قرار دیا اور اسی طبقہ سے متاثر ہو کر حکومت پاکستان نے عائلی قوانین آرڈی نینس ۱۹۶۱ میں اس متن کا اندراج کیا کہ نکاح کے وقت لڑکے کی عمر کم از کم اٹھارہ سال اور لڑکی کی عمر کم از کم سولہ سال ہونی چاہیے۔ یہ شق چونکہ امت مسلمہ کے ایک متفق علیہ مسئلہ کے خلاف ہے لہٰذا ہم اس پر ذرا تفصیل سے گفتگو کریں گے۔ پہلے ہم اس متفق علیہ مسئلہ کے جواز پر دلائل پیش کرتے ہیں۔

بچپن کی شادی کے جواز پر دلائل:۔

۱۔ قرآن میں مختلف قسم کی عورتوں کی عدت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالّٰٓیِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْھُرٍ وَّالّٰٓیِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ﴾ (۶۵:۴)

اور تمہاری مطلقہ عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں، اگر تمہیں ان کی عدت کے بارے میں شک ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنہیں ابھی حیض شروع ہی نہیں ہوا اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے۔

اس آیت میں بوڑھی، جوان اور بچی سب طرح کی عورتوں کا ذکر ہے۔ بوڑھی اور بچی جنہیں حیض نہیں آتا ان کی عدت تین ماہ ہے اور جوان عورت کی عدت اگر اسے حمل ہے تو وضع حمل تک ہے (اور اگر حمل نہ ہو تو چار ماہ دس دن ہے جیسا

اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا
وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا
فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ

پورے [۳۱۸] دو سال دودھ پلائیں۔ اور ماں اور بچے کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری اس پر ہے جس کا وہ بچہ ہے (یعنی باپ پر) اور یہ خرچ [۳۱۹] وہ دستور کے مطابق ادا کرے گا۔ مگر کسی [۳۲۰] پر اس کے مقدور سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے گا۔ نہ تو والدہ [۳۲۱] کو اس کے بچہ کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ ہی باپ کو اپنے بچہ کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور (اگر باپ مر جائے تو) نان و نفقہ کی یہ ذمہ داری [۳۲۲] وارث پر ہے۔ اور اگر (دو سال سے پہلے) وہ دونوں باہمی رضامندی اور مشورہ سے [۳۲۳] دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔ اور اگر تم اپنی اولاد کو (کسی دایہ سے) دودھ پلوانا چاہو تو بھی کوئی حرج کی بات نہیں۔

بھی جو بدستور بچہ کے باپ کے نکاح میں ہوں۔

[۳۱۸] اس سے معلوم ہوا کہ رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔ تاہم اس سے حسب ضرورت کم ہو سکتی ہے (جیسا کہ آگے اس کا ذکر آ رہا ہے) اور یہ مدت قمری تقویم کے حساب سے شمار ہو گی (مزید تفصیل سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۴ پر حاشیہ ۱۸ میں دیکھئے)

[۳۱۹] یعنی منکوحہ عورت اور مطلقہ عورت جو عدت میں ہو اس کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری تو پہلے ہی بچہ کے باپ پر ہوتی ہے اور اگر عدت گزر چکی ہے تو اس آیت کی رو سے باپ ہی اس مطلقہ عورت کے اخراجات کا ذمہ دار ہو گا کیونکہ وہ اس کے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔

[۳۲۰] یعنی والد سے اس کی حیثیت سے زیادہ کھانے اور کپڑے کے اخراجات کا مطالبہ نہ کیا جائے یہ مطالبہ خواہ عورت خود کرے یا اس کے ورثاء کریں۔

[۳۲۱] یعنی ماں بلاوجہ دودھ پلانے سے انکار کر دے اور باپ کو پریشان کرے۔ اسی طرح باپ بچہ کو ماں سے جدا کر کے کسی اور سے دودھ پلوائے اور اس طرح ماں کو پریشان کرے یا اس کے کھانے اور کپڑے کے اخراجات میں کنجوسی کا مظاہرہ کرے۔ یا ماں پر دودھ پلانے کے لیے جبر کیا جائے جبکہ وہ اس بات پر آمادہ نہ ہو۔

[۳۲۲] یہ بچہ جو دودھ پی رہا ہے۔ خود بھی اپنے باپ کا وارث ہے اور اس کے علاوہ بھی وارث ہوں گے۔ بہرحال یہ خرچہ مشترکہ طور پر میت کے ترکہ سے ادا کیا جائے گا اور یہ وہ ادا کریں گے جو عصبہ (میت کے قریبی وارث مرد) ہیں۔

[۳۲۳] ۞ رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت: یعنی اگر ماں باپ دونوں باہمی مشورہ سے دو سال سے پہلے ہی دودھ چھڑانا چاہیں مثلاً یہ کہ ماں کا دودھ اچھا نہ ہو اور بچے کی صحت خراب رہتی ہو یا اگر ماں باپ کے نکاح میں ہے تو اس کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ ماں کو اس دوران حمل ٹھہر جائے اور بچہ کو دودھ چھڑانے کی ضرورت پیش آئے تو ایسی صورتوں میں ان دونوں پر کچھ گناہ نہ ہو گا اور یہ ضروری نہ رہے گا کہ بچہ کو ضرور دو سال دودھ پلایا جائے۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ

اپنی سب [۳۳۲] نمازوں کی محافظت کرو بالخصوص درمیانی نماز [۳۳۳] کی اور اللہ کے حضور ادب [۳۳۴] سے کھڑے ہوا کرو (۲۳۸) اگر تم حالت خوف میں ہو تو خواہ پیدل ہو

میں مہر پورا دینا ہوگا۔ (۴) مہر مقرر نہ ہوا تھا مگر صحبت ہو چکی۔ اس صورت میں مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔ یعنی اتنا مہر جو اس عورت کے قبیلہ میں عام رواج ہے۔

بیوہ کے لیے بھی یہی چاروں صورتیں ممکن ہیں مگر اس کے احکام میں اختلاف ہے، جو یہ ہے کہ مہر مقرر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور مرنے والے خاوند نے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو، عورت کو بہرحال پورا مہر ملے گا۔ اگر مہر مقرر تھا تو اتنا ملے گا اور اگر مقرر نہیں ہوا تھا تو مہر مثل ملے گا، اور اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

سیدنا علقمہؓ کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا۔ جس نے کسی عورت سے نکاح کیا نہ حق مہر مقرر ہوا اور نہ ہی صحبت کر سکا کہ اس کی وفات ہو گئی۔ ابن مسعودؓ نے اسے جواب دیا کہ اسے اس کے خاندان کی عورتوں کے مثل مہر دیا جائے، نہ کم نہ زیادہ، اور اس پر عدت بھی ہے اور میراث سے اسے حصہ بھی ملے گا" (یہ سن کر) معقل بن سنان اشجعی نے کہا کہ "رسول اللہ ﷺ نے بھی ہمارے خاندان کی ایک عورت بروع بنت واشق کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ کیا تھا" یہ سن کر ابن مسعودؓ خوش ہو گئے۔ (ترمذی، ابواب النکاح باب فی الرجل یتزوج المرأۃ فیموت عنھا قبل أن یفرض لھا) نیز ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات)

[۳۳۲] عائلی مسائل کے درمیان نماز کی تاکید سے متعلق جو دو آیات آ گئی ہیں تو ان کی غالباً حکمت یہ ہے کہ ایسے معاشرتی مسائل کو بحسن و خوبی سر انجام دینے کے لیے جس تقویٰ کی ضرورت ہوتی ہے نماز اس سلسلہ میں موثر کردار ادا کرتی ہے۔ اسی لیے نمازوں کی محافظت کی تاکید کی جا رہی ہے یعنی ہر نماز کو اس کے وقت پر اور پوری شرائط و آداب کے ساتھ ادا کیا جائے۔

[۳۳۳] ❁ نماز وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے اور اس کی تاکید مزید:۔ رسول اللہ ﷺ نے خندق کے دن فرمایا۔ ان کافروں نے مجھے درمیانی نماز نہ پڑھنے دی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔ (بخاری، کتاب التفسیر) نیز سیدنا ابن عباسؓ اور سیدنا عبداللہؓ بن مسعود دونوں سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: صلوۃ وسطیٰ نماز عصر ہے۔ (ترمذی۔ ابواب التفسیر) اور سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس کی عصر کی نماز قضا ہو گئی اس کا گھربار، مال و اسباب سب لٹ گیا۔" (بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب إثم من فاتته العصر) اور بالخصوص اس نماز کی تاکید اس لیے فرمائی کہ دنیوی مشاغل کے لحاظ سے یہ وقت بہت اہم ہوتا ہے۔

[۳۳۴] ❁ نماز میں باادب کھڑا ہونے کا حکم: یعنی اللہ کے حضور عاجزی اور ادب کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے۔ نیز ایسی کوئی فضول حرکت نہ کی جائے جو ادب کے خلاف ہو یا نماز کو توڑ ڈالنے والی ہو جیسے خواہ مخواہ یا عادتاً ہاتھوں کو حرکت دینا، ہلاتے رہنا یا ہنسنا یا بات چیت کر لینا وغیرہ۔ چنانچہ سیدنا زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، کتاب التفسیر۔ زیر آیت مذکورہ)

مسلم کی روایت میں اضافہ ہے کہ یہ آیت نازل ہونے کے بعد ہمیں حکم دیا گیا کہ چپ چاپ سکون سے کھڑے ہوں اور باتیں کرنے سے بھی منع کر دیا گیا (مسلم، کتاب المساجد۔ باب تحریم الکلام فی الصلوۃ)

ع ﴿اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝٢٦٠ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ﴾

لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب اور حکمت والا ہے (۲۶۰) ع

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ (بویا جائے) جس سے سات بالیاں اگیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے اس کا اجر اس سے بھی بڑھا[۳۷۶] دیتا ہے اور اللہ بڑا فراخی والا

اللہ کا مردوں کو زندہ کرنے کی لاجواب پرویزی تاویل:۔ ”سیدنا ابراہیمؑ نے اللہ سے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ اس قسم کی مردہ قوم بھی از سر نو زندہ ہو جائے اور اگر یہ ممکن ہے تو مجھے یہ بتا دیجئے کہ اس کے لیے کیا طریق کار اختیار کیا جائے یہ سب کچھ (کَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى) کا ترجمہ یا مفہوم ہے آپ نے موتی کا ترجمہ مردہ قوم ادنی کا ترجمہ مجھے بتاؤ اور کیف تحیی کا ترجمہ مردہ قوم کے از سر نو زندہ ہونے کا طریق کار کیا ہے؟ اللہ نے فرمایا پہلے یہ تو بتاؤ کہ تمہارا اس پر ایمان ہے کہ مردہ قوم کو حیات نو مل سکتی ہے؟ ابراہیمؑ نے کہا: اس پر تو میرا ایمان ہے لیکن میں اس کا اطمینان چاہتا ہوں۔ اللہ نے کہا تم چار پرندے لو۔ شروع میں وہ تم سے دور بھاگیں گے۔ انہیں اس طرح آہستہ آہستہ سدھاؤ کہ وہ تم سے مانوس ہو جائیں۔ آخر الامر ان کی یہ حالت ہو جائے گی کہ اگر تم انہیں الگ الگ مختلف پہاڑیوں پر چھوڑ دو اور انہیں آواز دو تو وہ اڑتے ہوئے تمہاری طرف آجائیں گے۔ بس یہی طریقہ ہے حق سے نامانوس لوگوں میں زندگی پیدا کرنے کا۔ تم انہیں اپنے قریب لاؤ اور نظام خداوندی سے روشناس کراؤ (یہ (واعلم) کا ترجمہ ہے) یہ نظام اپنے اندر اتنی قوت اور حکمت رکھتا ہے کہ اسے چھوڑ کر یہ کہیں نہ جاسکیں گے۔“ یہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ کا ترجمہ ہے۔ (مفہوم القرآن ص ۱۰۳) اب دیکھئے کہ:۔

۱۔ سیدنا ابراہیمؑ تو اللہ سے مردوں کو زندہ کرنے کی بات پوچھ رہے ہیں۔ لیکن پرویز صاحب نے ”مردہ قوموں“ کی دوبارہ زندگی کے اسرار و رموز بیان کرنا شروع کر دیے ہیں۔

۲۔ مردہ قوموں کی دوبارہ زندگی کے لیے آپ نے جو ہدایات سیدنا ابراہیمؑ سے منسوب فرمائی ہیں ان کی سیدنا ابراہیمؑ سے کوئی تخصیص نہیں۔ یہ تو تبلیغ کا عام طریقہ ہے جسے تمام انبیاءؑ اپناتے رہے ہیں۔ مردوں کو زندہ کرنے اور بالخصوص سیدنا ابراہیمؑ کے دلی اطمینان کی اس میں کیا بات ہے؟

۳۔ حق سے مانوس شدہ لوگوں کو ٹیسٹ کرنے کا یہ طریقہ بھی کیسا شاندار ہے کہ پہلے نبی اپنے لوگوں کو الگ الگ پہاڑیوں پر چھوڑ آیا کریں۔ پھر انہیں بلائیں، اس سے پہلے نہ بلائیں بہرحال وہ نبی کی آواز سن کر دوڑتے ہوئے ان کے پاس پہنچ جائیں گے۔ کیا مردہ قوموں کی دوبارہ زندگی کا یہی طریقہ ہے؟

۴۔ اِعْلَمْ کا ترجمہ یا مفہوم تم انہیں نظام خداوندی سے روشناس کراؤ۔ پرویز صاحب جیسے مفسر قرآن کا ہی حصہ ہو سکتا ہے۔

۵۔ اس آیت میں لفظ جزاء کا معنی حصہ یا ٹکڑا ہے اور پرندوں کا حصہ یا ٹکڑا اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ انہیں ذبح کر دیا جائے یا کاٹ دیا جائے جس سے ان کی زندگی ختم ہو جائے اور یہی مَوتٰی کا مفہوم ہے۔ لیکن پرویز صاحب نے اس کا مفہوم مردہ قوموں کو مانوس کرنا پھر انہیں الگ الگ کر دینا بتایا۔ اور اللہ کے عزیز حکیم ہونے کو نظام خداوندی کے قوت اور حکمت والا ہونے سے تعبیر کر کے اس واقعہ کے معجزہ ہونے سے بہرحال گلو خلاصی کرا ہی لی۔ اور یہ ثابت کر دیا اللہ مردوں کو

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا

كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الضَّاۗلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ

كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

وہ عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے، ان سے یہ عذاب نہ ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت [۷۷] دی جائے گی (۸۸) ہاں! اس کے بعد جن لوگوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی [۷۸] (وہ اس سے بچ سکتے ہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۸۹) مگر جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا پھر اس کفر میں بڑھتے ہی گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی [۷۹] اور حقیقتاً ایسے ہی لوگ گمراہ ہیں (۹۰) جو لوگ کافر ہوئے پھر کفر ہی کی حالت میں مر گئے اگر وہ زمین بھر بھی سونا دے کر خود چھوٹ جانا چاہیں [۸۰] تو ان سے ہرگز قبول نہ کیا جائے

[۷۷] یعنی عذاب جہنم اپنی حدت وشدت کے لحاظ سے ایسا مسلسل اور متواتر ہوگا کہ نہ تو اس کی حدت وشدت میں کبھی کمی واقع ہوگی اور نہ ہی عذاب کے درمیان کبھی کوئی وقفہ دیا جائے گا۔

[۷۸] ہاں وہ لوگ ایسے عذاب سے بچ سکتے ہیں جنہوں نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ ایمان لے آئے اور مخالفت سے رک گئے۔ اپنے اعمال وافعال کی اصلاح کر لی اور اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ بن کر ان کی معاونت کرنے لگے تو ایسے لوگوں کے سابقہ گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔

[۷۹] ❁ توبہ قبول ہونے کی شرائط:۔ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مثلاً یہود سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر کے کفر کا رویہ اختیار کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا بھی انکار کر دیا جو ان کے کفر میں مزید اضافہ کا سبب بن گیا۔ ایسے معاندین کے حق میں توبہ کبھی قبول نہ ہوگی۔ دوسری صورت یہ کہ ایک شخص ایمان لایا۔ پھر اس کے بعد مرتد ہو گیا۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسلام دشمنی میں اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں، تو ایسے شخص کی بھی توبہ قبول نہ ہوگی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مرتد ہو جانے کے بعد کفر پر ڈٹا رہا اور جب موت کا وقت آ پہنچا تو توبہ کی سوجھی۔ اس وقت بھی توبہ قبول نہ ہوگی۔ البتہ جو لوگ اپنی زندگی میں اسلام دشمنی میں سرگرم اور تقریر و تحریر کے ذریعہ لوگوں میں الحاد اور باطل عقائد پھیلانے میں سرگرم رہے ہوں ان کی توبہ قبول ہونے کی صورت اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۰ بایں الفاظ بیان فرمائی۔ ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا ﴾ یعنی ان کی توبہ کی قبولیت کے لیے تین شرطیں لازم ہیں۔ (۱) سچی توبہ کریں (۲) اپنے اعمال وافعال درست کر کے اپنی اصلاح کر لیں اور جو کچھ الحاد یا باطل عقائد وہ لوگوں میں پھیلا چکے ہیں۔ برملا اس کی تردید بھی کریں۔ اگر تقریر کے ذریعہ گمراہی پھیلائی ہے تو اسی طرح بھری محفل میں ایسے عقائد سے بیزاری کا اظہار اور اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور اگر تحریری صورت میں گمراہی پھیلانے کے مرتکب ہوئے ہیں تو تحریری صورت میں اس کی تلافی اور اپنی غلطی کا اعتراف کریں تو ایسے لوگوں کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

[۸۰] ❁ آخرت میں زر فدیہ:۔ آخرت میں تو صرف وہ اعمال کام آئیں گے جو کسی نے اپنے لیے آگے بھیجے ہوں گے۔ اعمال

سے بڑے جہاد (یعنی جہاد بالنفس) کی طرف لوٹ آئے ہیں۔

اس حدیث کے متعلق مولانا حسین احمد مدنی کہتے ہیں کہ صوفیاء اس کو حدیث کہتے ہیں لیکن امام عسقلانی کہتے ہیں کہ امام نسائی نے اسے ابراہیم بن عیلہ کا قول بتایا ہے۔ الفاظ کی رکاکت زبردست قرینہ ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا قول نہیں ہو سکتا اور نہ حدیث کی کتابوں میں شاہ عبدالعزیز جیسے معتبر محدث نے دیکھا ہے۔ ایسی احادیث کا فیصلہ محدثین کے اصول و قواعد کی رو سے کیا جائے گا بیچارے صوفیاء جن پر حسن ظن کا غلبہ رہتا ہے۔ ان حضرات کو تنقید و تفتیش کی فرصت کہاں؟ ان کے حسن ظن سے کسی قول کا حدیث رسول ہونا تو ثابت نہیں ہو جائیگا۔" (مکتوبات شیخ الاسلام ۳۰۷۔۳۰۸ بحوالہ اسلامی تصوف یوسف سلیم چشتی ص ۱۲۳)

صوفیاء کے اس نظریہ نے مسلمانوں کو جتنا نقصان پہنچایا شاید ہی کسی اور وجہ سے پہنچا ہو اس نظریہ نے مسلمانوں سے جہاد کی روح کو ختم کر کے دنیا میں ذلیل اور رسوا بنا دیا اور ایسے افعال سے مجاہدہ نفس شروع کیا جس سے انسانیت کو بھی شرم آنے لگے۔ دسویں صدی ہجری کے اواخر تک اس نظریہ نے مسلمانوں کو اس قدر مفلوج، کاہل اور بے فہم بنا دیا تھا کہ فرانسیسی فاتحین کے حملوں کا دفاع جامعہ ازہر میں بیٹھ کر اوراد و وظائف کے ذریعے کر رہے تھے۔ نابلیوں کا انتخاب کر کے انہیں صوفیاء کی گودڑی پہنائی گئی اور اس کی رہنمائی میں ذکر و فکر کی مجالس قائم کی گئیں۔ بخاری شریف کا ختم بھی کرایا گیا۔ لیکن ان سب باتوں کا کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اور مسلمان مار ہی کھاتے رہے۔ بالآخر جب مسلمان مجاہدین نے یورپ کی سرزمین میں لوگوں سے جنگیں کیں تب جا کر حالات نے پلٹا کھایا۔ (مقدمہ الفکر الصوفی ص ٦)

اس گوشہ نشینی کا جو اثر ان صوفیاء کی ذات پر مترتب ہوتا ہے وہ ابوبکر شبلی کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔ روایت ہے کہ کچھ عرصہ شبلی اپنے مقام سے غائب رہے۔ ہر چند تلاش کیا پتہ نہ چلا۔ ایک روز مخنثوں کے گروہ میں دیکھے گئے۔ لوگوں نے پوچھا اے شیخ! یہ کیا بات ہے؟ فرمایا: یہ گروہ (صوفیاء) دنیا میں نہ مرد ہیں نہ عورت۔ میں بھی اسی حالت میں گرفتار ہوں نہ مرد ہوں نہ عورت پس ناچار میری جگہ انہی میں ہے۔" (خزینۃ الاصفیاء ص ۱۴۷)

❁ شیخ جنید کے مریدوں کا جہاد بالسیف:۔ شبلی کے پیر و مرشد جنید بغدادی کے مریدوں کو ایک دفعہ جہاد بالسیف کا شوق چرایا یہ داستان اس طرح ہے کہ "شیخ جنید کے آٹھ مرید تھے جو سب کے سب کامل و اکمل تھے۔ ایک روز انہوں نے خدمت شیخ میں عرض کی کہ اے شیخ! شہادت ایک عجیب نعمت جان فزا ہے اس لیے شہادت کے لیے جہاد کرنا چاہیے شیخ نے ان کی تائید کی اور ان کے ساتھ ملک روم کی طرف جہاد کے لیے چل پڑے۔ ایک جگہ کفار سے مقابلہ ہو گیا۔ ایک گبر (آتش پرست) کے ہاتھوں شیخ کے آٹھوں مرید ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت ہوا میں نو کجاوے معلق دیکھے۔ میرے ساتھیوں میں سے جو شہید ہوتا تھا، اس کی روح ایک کجاوے میں رکھتے اور آسمان کی طرف لے جاتے۔ آخر ایک کجاوہ باقی رہ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کجاوہ میرے لیے ہے اور جنگ میں مشغول ہو گیا۔ دوران جنگ وہی گبر جس نے میرے ساتھیوں کو شہید کیا تھا میرے پاس آیا اور کہا: ابوالقاسم! یہ آخری کجاوہ میرے لیے ہے۔ تو واپس بغداد چلا جا اور اپنی قوم کی قیادت و سیادت کر اور اپنا مذہب میرے سامنے پیش کر۔ میں نے اسے تلقین کی وہ مسلمان ہوا اور کفار سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس آخری کجاوے میں اس کی روح کو آسمان کی طرف لے گئے ہیں (خزینۃ الاصفیاء ص ۱۴۲)

❁ جہاد اکبر کے اس نظریہ کے اثرات:۔ خزینۃ الاصفیاء کی اس روایت سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

ا۔ اللہ تعالیٰ نے ابتداءً ایمان کا یہ معیار بتایا تھا کہ ایک مومن دس کافروں پر غالب ہونا چاہیے۔ بعد ازاں اس میں تخفیف کر کے یہ معیار مقرر ہوا کہ کم از کم ایک مومن کو دو کافروں پر ضرور بھاری ہونا چاہیے۔ مگر یہاں یہ صورت حال ہے کہ شیخ جنید کے

فہرست مضامین تیسیر القرآن

جلد دوم - سورۃ الاعراف تا سورۃ الکہف

مضامین	صفحہ نمبر
سورۃ الاعراف	
اسلام میں باہر سے کوئی نظریہ	۲۸
انصاف کا تقاضا اور شہادت کی اہمیت	۲۹
فیصلہ کرنے کے لئے شہادت ضروری ہے۔	۳۰
اعمال کا وزن حق کے ساتھ کیسے؟	۳۰
تخلیق آدم اور نظریہ ارتقاء	۳۱
دوسری دلیل اور اس کا جواب	۳۲
تیسری دلیل اور اس کا جواب	۳۲
آگ اور مٹی کے خواص کا تقابل	۳۴
ابلیس کے عزائم	۳۵
ابلیس کا اللہ تعالیٰ پر الزام	۳۵
شیطان کے انسان کو گمراہ کرنے کے طریقے	۳۶
حیا اور مقامات ستر کو ڈھانپنا انسانی فطرت میں داخل ہے	۳۷
ابلیس و آدم کے خصائل کا فرق	۳۸
ابلیس و آدم کی ایک دوسرے سے دشمنی کی وجہ	۳۸
اللہ کی مشیئت اور تقدیر کا مسئلہ	۳۹
شیطان سیرت اور حق پرست انسانوں کا تقابل	۴۰
لباس کے اخلاقی اور طبعی فوائد اور لباس کا بنیادی مقصد	۴۰
تقویٰ کے لباس کا مفہوم	۴۱
شیطانی حملہ اور اس کے بچاؤ کے لئے ہدایات	۴۱
ننگے طواف کرنا' ہر ننگی ہر جاہل تہذیب کا جزء ہے	۴۲
جس کام میں بے حیائی ہو وہ اللہ کا حکم نہیں ہو سکتا	۴۲
شیطان کا برے کام کو اچھا بنا کر پیش کرنا	۴۳
نمازی کے لباس میں کتنے کپڑے ہوں؟	۴۴
ننگے سر نماز کا مسئلہ	۴۵
کھانے پینے میں اسراف کا نقصان	۴۵
ترک دنیا کی مذمت	۴۶
عذاب کے وقت میں تقدیم و تاخیر ناممکن ہے	۴۷
جنت کا دوبارہ حصول کیسے ممکن ہے؟	۴۸
افتراء علی اللہ کی اقسام	۴۸
قبر میں سوال و جواب	۴۹
مکافاتِ عمل کے تقاضے	۵۰
مکافاتِ عمل کے لئے یوم آخرت ضروری ہے	۵۱
جنت میں داخلے سے پہلے باہمی کدورتوں کا خاتمہ	۵۲
اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیم کی مثالیں	۵۲
جنت کا ملنا محض اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے	۵۳
جنت کی نعمتیں	۵۳
اسلام کی راہ روکنے والے مسلمان	۵۴
اَعراف کیا ہے؟	۵۵
اَعراف اور اہل اَعراف	۵۵
جنت میں دیدار الٰہی	۵۵
اہل اَعراف کا اہل دوزخ سے مکالمہ	۵۶
کھیل تماشا کو ہی اپنا دین سمجھنے والے	۵۷
کتاب اللہ' رحمت کیسے؟	۵۷
اہل دوزخ کی دوبارہ دنیا میں آنے کی درخواست اور اس کا جواب	۵۷
استواء علی العرش کا مفہوم	۵۸
فرقہ جہمیہ کا تعارف	۵۸

مضامین	صفحہ نمبر
کیا نوح کے آدم ثانی ہونے کا نظریہ درست ہے؟	٣٤٩
بد کردار بیٹا بھی نبی کا اہل نہیں ہو سکتا؟	٣٤٩
نبوت زادگی بھی اللہ کے عذاب سے بچا نہیں سکتی	٣٥٠
نوح کی اپنی غلطی پر مغفرت کی درخواست	٣٥٠
نوح اور آپ کے ساتھیوں کا پھر زمین میں آباد ہونا	٣٥١
نبوت ورسالت پر اجر؟	٣٥٢
توبہ واستغفار سے رزق میں فراوانی	٣٥٢
معبودوں اور بزرگوں کی گستاخی کا انجام	٣٥٣
ہودؑ کا قوم کو جواب میرا جو بگاڑ سکتے ہیں بگاڑ لیں	٣٥٣
رب کے صراط مستقیم کا مطلب؟	٣٥٣
قوم عاد پر عذاب	٣٥٤
اللہ گنہگاروں کی بھی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔	٣٥٥
نبی کی دعوت سے کافروں میں خلجان کی وجہ	٣٥٦
اونٹنی کو تکلیف پہنچانے پر تنبیہ 'اونٹنی کو مارنا	٣٥٧
تین دن بعد عذاب	٣٥٨
سیدنا صالحؑ کی ہجرت	٣٥٨
قوم ثمود پر عذاب کی نوعیت	٣٥٨
فرشتوں کا سیدنا ابراہیمؑ کے پاس اسحاق کی خوشخبری لے کر آنا	٣٥٨
فرشتوں کا کھانے سے انکار اور سیدنا ابراہیمؑ کا خدشہ	٣٥٩
سیدنا ابراہیمؑ کے ڈر جانے کی اصل وجہ	٣٥٩
سیدہ سارہؑ کو خوشخبری دینا	٣٥٩
سیدنا ابراہیمؑ کی قوم لوط پر عذاب کے بارے میں بحث	٣٦٠
خوش شکل فرشتے اور سیدنا لوطؑ کو خدشہ	٣٦١
مشٹنڈوں کا گھس آنا اور سیدنا لوطؑ کی پیش کش	٣٦١
بیٹیوں سے مراد	٣٦١
سیدنا لوطؑ کی بے بسی	٣٦١
مشٹنڈوں کا اندھا ہونا	٣٦٢

مضامین	صفحہ نمبر
سیدنا لوطؑ اور مومنوں کو نکلنے کی ہدایت بیوی کا پیچھے رہنا	٣٦٢
کیا قوم لوط پر عذاب آتش فشانی انفجار تھا؟	٣٦٣
شرک ام الامراض ہے	٣٦٣
شرک سے اجتناب اور توحید کے عقیدہ سے معاشرہ کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے؟	٣٦٤
ٹھیک طرح نماز ادا کرنے کے اثرات	٣٦٤
کیا نماز اور عبادت اللہ اور بندے کا پرائیویٹ معاملہ ہے؟	٣٦٥
رزق حسن سے مراد؟	٣٦٥
حرام خور کو حلال کمانا بہت مشکل ہوتا ہے	٣٦٦
سیدنا شعیبؑ کو دھمکی	٣٦٧
اہل مدین پر عذاب کی نوعیت	٣٦٧
فرعون کو سیدنا موسیٰؑ کی دعوت	٣٦٨
دنیوی اعمال کے اخروی نتائج میں مماثلت	٣٦٩
ورد کے لغوی معنی	٣٦٩
قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی	٣٧١
اللہ کے ہاں سفارش کی کڑی شرائط	٣٧١
کیا اعمال کے نتائج ناقابل تبدیل ہیں؟	٣٧١
مشرکانہ عقائد نقل، عقل اور تجربہ سب معیاروں کے مطابق غلط ہیں۔	٣٧٢
کتاب کے منزل من اللہ ہونے میں اختلاف کی صورتیں	٣٧٢
کافروں سے سمجھوتہ یا دوستی کی ممانعت	٣٧٣
نیکیوں سے برائیوں کا دور ہونا	٣٧٣
نیکیوں سے برائیاں دور ہونے کی تین صورتیں	٣٧٤
عذاب کے متعلق اللہ کا قانون	٣٧٥
اہل خیر کی موجودگی میں عذاب نہیں آتا	٣٧٥
اختلاف کی اصل وجہ	٣٧٥
انبیاء کے بار بار تذکرے کے تین فائدے	٣٧٦

مضامین	صفحہ نمبر
مقامِ محمود کی مختلف توجیہات	۶۰۳
دین کے نفاذ کے لیے اقتدار کی ضرورت	۶۰۴
طلبِ امارت کن صورتوں میں ناجائز ہے؟	۶۰۴
فتح مکہ کی پیشگوئی	۶۰۴
ایک دنیادار انسان کی حالت	۶۰۶
شاکلۃ کا مفہوم	۶۰۶
روح سے مراد وحی الٰہی ہے	۶۰۶
روح اور نفس کا فرق	۶۰۷
وحی کے بتدریج نزول میں آپ ﷺ پر اللہ کا بڑا فضل ہے	۶۰۷
قرآن میں کون کون سے موضوعات پر دلائل دیئے گئے ہیں؟	۶۰۸
وہ حسی معجزے جن کا کفار مکہ مطالبہ کیا کرتے تھے۔	۶۰۹
مطالبات کا جواب	۶۰۹
بشریت کی وجہ سے رسالت کا اور رسالت کی وجہ سے بشریت کا انکار	۶۱۰
رسول کا بشر ہونا کیوں ضروری ہے؟	۶۱۰
اعمال اور ان کے بدلہ میں مماثلت	۶۱۱
انسان محیر العقول عادی باتوں پر غور نہیں کرتا اور واقع ہونے والی باتوں کا انکار کر دیتا ہے	۶۱۱
دوبارہ زندگی کا موسم	۶۱۲
کفار مکہ کی تنگ نظری اور انسان کی فطرت	۶۱۲
سیدنا موسیٰؑ کے نو معجزات	۶۱۳
فرعون کی بنی اسرائیل کے استیصال کی کوشش اور تعاقب میں غرقابی	۶۱۴
کفار مکہ اور فرعون کی کرتوتوں اور انجام میں مماثلت	۶۱۴
قرآن کو بتدریج نازل کرنے کے فوائد	۶۱۵
منصف مزاج اہلِ کتاب کا قرآن اور نبی کی تصدیق کرنا	۶۱۶

مضامین	صفحہ نمبر
رحمٰن اللہ کا صفاتی نام ہے۔ قریش کو رحمٰن سے چڑ	۶۱۶
اللہ کے دوسرے صفاتی نام	۶۱۶
قرآن کی تلاوت آہستہ اور جہری آواز سے	۶۱۷
کیا اللہ کو کسی اور مددگار کی ضرورت ہے؟	۶۱۷
سورۃ الکھف	
قرآن سابقہ کتابوں کے لیے معیار	۶۱۹
اللہ کی اولاد قرار دینے والے فرقے	۶۲۰
آپ ﷺ کو کفار مکہ کے اسلام نہ لانے کا افسوس	۶۲۰
کل من علیها فان	۶۲۱
قریش مکہ کے تین تاریخی سوال	۶۲۱
کہف اور رقیم کے معنی	۶۲۲
اصحابِ کہف کا غار میں پناہ	۶۲۲
دعا کی قبولیت اور طویل مدت کے لیے نیند	۶۲۳
ڈاناڈیوی کے مندر کی شہرت اور شرکیہ رسوم و رواج	۶۲۴
غار کا محل وقوع اور ہوا کی آمد و رفت	۶۲۴
سونے والوں اور پہرہ دار کتے کی آنکھیں بھی کھلی رہتی تھیں	۶۲۵
طویل نیند کے بعد بیداری، کھانے کی فکر اور ایک آدمی کو شہر بھیجنا	۶۲۵
سلطنت کی تبدیلی اور حالات کی سازگاری	۶۲۶
بعث بعد الموت پر جھگڑنے کی نوعیت 'روحانی ہوگا یا جسمانی؟'	۶۲۷
مسجد کی تعمیر بطور یادگار	۶۲۷
قبروں پر مسجدیں تعمیر کرنا پرانی شرکیہ رسم ہے	۶۲۷
قبور سے تعلق رکھنے والی احادیث	۶۲۸
اصحاب کہف کی تعداد' بے کار بحثوں سے اجتناب کا حکم	۶۲۹
معتزلہ اور مسئلہ خلق قرآن	۶۳۰
وعدہ کے وقت ان شاءاللہ کہنے کی ہدایت	۶۳۱
اِن شاءاللہ کو بطور ڈھال استعمال کرنا	۶۳۱

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا

وہی فلاح پائیں گے (۸) اور جن کے پلڑے ہلکے [۷] ہوئے تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالا۔

کی جائے گی بلکہ ان کے ان اعضاء وجوارح کو اللہ تعالیٰ زبان عطا کریں گے جن سے اس جرم کے دوران کام لیے گئے تھے وہ ان مجرموں کے خلاف شہادت دیں گے پھر جب شہادت کے نصاب کی تکمیل ہو جائے گی تو اس وقت ان پر فرد جرم عائد ہو جائے گی اور انہیں سزا دی جائے گی جیسا کہ قرآن کی بعض دوسری آیات میں یہ وضاحت موجود ہے۔

مندرجہ بالا تصریحات سے ضمناً چند باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ دنیا میں بے شمار مجرم ایسے ہیں جو ظلم وستم کرتے رہتے ہیں مگر کسی قسم کی سزا پائے بغیر وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا تقاضا یہ ہے کہ ان مجرموں کو سزا ضرور ملنی چاہیے اور علیٰ رؤس الشہادات ملنی چاہیے تاکہ کسی کو اس کے جرم کی سزا نہ زیادہ ملے اور نہ اس پر ظلم ہو اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ انسان کو ایک دوسری زندگی ملے جس میں ایسے تمام تر مقدمات کے فیصلے ہوں۔

❁ **فیصلہ کرنے کے لئے شہادت ضروری ہے:۔** اور دوسری بات یہ مستنبط ہوتی ہے کہ قاضی محض اپنے علم کی بنا پر مقدمے کا فیصلہ نہیں دے سکتا بلکہ فیصلہ اور سزا شہادتوں کی بنا پر ہی دیے جا سکتے ہیں اور اس کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ دور نبوی ﷺ میں مدینہ میں ایک فاحشہ عورت رہتی تھی لوگوں کی اس کے ہاں آمد ورفت کی وجہ سے اس کی فحاشی کھل کر سامنے آچکی تھی اور زبان زد عام تھی اس کے متعلق ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر شہادتوں کا نصاب اور نظام نہ ہوتا تو میں اس عورت کو رجم کر دیتا۔'' (بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب لوکنت راجما بغیر بیّنۃ ......)

[۷] ❁ **اعمال کا وزن حق کے ساتھ کیسے؟** آیت کے الفاظ یہ ہیں ﴿ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ﴾ (یعنی اس دن وزن صرف حق یا حقیقت کا ہوگا) یعنی جتنی کسی عمل میں حقیقت ہوگی اتنا ہی وہ عمل وزنی ہوگا مثلاً ایک شخص اپنی نماز نہایت خلوص نیت سے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کی رضامندی چاہتے ہوئے، خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتا ہے تو اس کا یہ عمل یقیناً اس شخص کی نماز سے بہت زیادہ وزنی ہوگا جس نے اپنی نماز بے دلی سے، سستی کے ساتھ اور دنیوی خیالات میں مستغرق رہ کر ادا کی اور جس عمل میں حق کا کچھ بھی حصہ نہ ہوگا اس کا وزن کیا ہی نہیں جائے گا، جیسے سورۂ کہف کی آیت نمبر ۱۰۵ میں مذکور ہے کہ ''جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی آیات سے کفر کیا ہوگا ان کے لیے ہم میزان قائم ہی نہیں کریں گے۔'' اور سورہ فرقان کی آیت نمبر ۲۳ میں فرمایا کہ ''ہم ایسے کافروں کے اعمال کی طرف پیش قدمی کریں گے تو انہیں اڑتا ہوا غبار بنا دیں گے'' ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ میزان عدل صرف ان لوگوں کے لیے قائم کی جائے گی جو ایمان لائے تھے اور ان کے اعمال اچھے اور برے، وزنی اور کم وزن والے ملے جلے ہوں گے۔ کافروں کے لیے ایسی میزان قائم کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی اور ان الفاظ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا حق کے ساتھ وزن کیا جائے گا یعنی فلاں شخص کے فلاں عمل میں حقیقت کتنی تھی۔ اس بات کا فیصلہ بھی نہایت انصاف کے ساتھ کیا جائے گا۔

کتاب وسنت کی تصریحات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اعمال کی میزان (ترازو) ایسی ہی ہوگی جیسی ہمارے استعمال میں آتی ہے، اس کے دو پلڑے ہوں گے ایک میں نیکیاں رکھی جائیں گی اور دوسرے میں برائیاں۔ اس ترازو کی زبان بھی ہوگی زبان سے

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ رسول انہیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی[۱۵۵] سے روکتا ہے، ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں[۱۵۶] کو حرام کرتا ہے، ان کے بوجھ ان پر سے اتارتا ہے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے[۱۵۷] تھے۔

[۱۵۵] ❁ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت:۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ اتنا اہم ہے جسے تمام آسمانی شریعتوں میں واجب قرار دیا گیا ہے بہت سی قوموں پر محض اس لیے عذاب آیا کہ انہوں نے اس فریضہ پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ کسی نبی کے سچا ہونے کا ایک معیار یہ بھی ہے کہ کیا وہ اپنے پیروؤں کو اس فریضہ کو بجالانے کا حکم دیتا ہے یا نہیں۔ ہرقل شہنشاہ روم نے جب ابوسفیان کو بلا کر چند سوالات پوچھے تو ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ وہ نبی کیسی باتوں کا حکم دیتا ہے تو ابوسفیان نے بتلایا کہ وہ فلاں فلاں (بھلے) کاموں کا حکم دیتا ہے اور فلاں فلاں برے کاموں سے روکتا ہے تو ہرقل نے کہا کہ تمام نبی ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔ (بخاری، باب کیف کان بدء الوحی)

[۱۵۶] ❁ آپؐ کا بعض چیزوں کو حلال اور حرام کرنا:۔ وہ پاکیزہ اور حلال اشیاء جن کو یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا پھر علمائے یہود نے ان چیزوں کو مستقل طور پر حرام قرار دے دیا یا وہ چیزیں جو ان کی نافرمانیوں کے باعث ان پر حرام کر دی گئیں تھیں وہ سب شریعت محمدیہ میں حلال کر دی گئیں۔ مثلاً اونٹ کا گوشت، گائے اور بکری کی چربی وغیرہ اور بعض حرام چیزوں کو یہود نے حلال قرار دے لیا تھا جنہیں آپ کی شریعت میں پھر سے حرام قرار دیا گیا جیسے سود اور غیر یہودی لوگوں کا مال ہر جائز و ناجائز طریقے سے حلال اور جائز سمجھ کر حاصل کرنا اس جملہ کا روئے سخن اگرچہ اہل کتاب کی طرف معلوم ہوتا ہے تاہم اس کا حکم عام ہے جس میں مسلمان بھی شامل ہیں چنانچہ اللہ کے عطا کردہ اسی اختیار کی رو سے آپ ﷺ نے تمام درندوں اور شکاری پرندوں اور گھریلو گدھے کا گوشت کھانا حرام قرار دیا۔ علاوہ ازیں خبائث میں وہ اشیائے خوردنی بھی شامل ہیں جو گندی، باسی، بدبودار یا گل سڑ گئی ہوں۔

[۱۵۷] ❁ بنی اسرائیل پر احکام میں سختی:۔ اس میں وہ قیود اور بندشیں بھی شامل ہیں جن کا انہیں شرعاً حکم تھا جیسے انہیں قتل کے بدلے صرف قصاص کا حکم دیا گیا تھا دیت یا خون بہا کی رعایت یا رخصت نہیں دی گئی تھی یا اگر ان کے جسم کے کسی حصہ پر پیشاب کے چھینٹے پڑ جاتے، تو وہ جسم کا اتنا حصہ قینچی سے کاٹ دیتا (نسائی، کتاب الطہارۃ باب البول الی السترۃ یستربہا) جبکہ ہماری شریعت میں ایسا حصہ صرف دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اور ایسی بندشیں بھی جو ان کے علماء نے از خود عائد کر لی تھیں جیسے اگر ان کی کوئی عورت حائضہ ہو جاتی تو نہ ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاتے نہ اس کے ساتھ کھاتے بلکہ اسے اپنے گھر میں بھی نہ رہنے دیتے اور ایسی عورتوں کا کسی الگ جگہ رہائش کا بندوبست کیا کرتے تھے (مسلم، کتاب الحیض۔ باب جواز غسل

وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾
فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَسْـَٔــلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ
كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ
شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

ع ۲۰ / وقف لازم النصف

جہاں سے جی چاہے کھاؤ اور دعا کرتے رہو کہ ''ہمیں معاف کر دے'' اور دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا تو ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے اور اچھے کام کرنے والوں کو زیادہ بھی دیں گے (۱۶۱) مگر ان میں سے جو ظالم تھے انہوں نے وہ بات ہی بدل ڈالی جو ان سے کہی گئی تھی۔ پھر (اس کے نتیجہ میں) ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیج دیا کیونکہ [۱۶۶] وہ ظلم کیا کرتے تھے (۱۶۲) اور ان سے اس بستی کا حال بھی پوچھئے جو سمندر کے کنارے واقع تھی۔ وہ لوگ سبت (ہفتہ) کے دن احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتے تھے۔ ہفتہ کے دن تو مچھلیاں بلند ہو ہو کر پانی پر ظاہر ہوتی تھیں اور ہفتہ کے علاوہ باقی دنوں میں غائب رہتی تھیں۔ اسی طرح ہم نے انہیں ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے آزمائش [۱۶۷] میں ڈال رکھا تھا (۱۶۳)

اور پہلے سے زیادہ اللہ کی عبادت کرنے لگے فتح کے بعد اپنے قدیمی دشمنوں سے انتقام لینے کے بجائے ان کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا تھا۔

[۱۶۶] **فتحیاب فوج کا تکبر اور عذاب:۔** لیکن ان بد بختوں نے ہمارے حکم کی پوری پوری خلاف ورزی کی۔ فتح کے بعد ان میں عجز و انکساری کے بجائے فخر اور گھمنڈ پیدا ہو گیا اور اترانے لگے پھر اموال غنیمت میں بھی جی بھر کر خیانت کی۔ مفتوحہ علاقہ میں ظلم و تشدد کو روا رکھا۔ غرض یہ کہ وہ سب کچھ روا رکھا جو دنیادار قسم کے لوگ فتح کے موقعہ پر کیا کرتے ہیں ان کے یہ لچھن دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا یہ عذاب کیا تھا اس کے متعلق مفسرین کے دو اقوال ہیں ایک یہ کہ ان میں طاعون کی وباء پھوٹ پڑی تھی اور دوسرا یہ کہ دشمن قوم نے بنی اسرائیل کو پھر سے شکست دے کر بنی اسرائیل کو بے دریغ قتل کیا۔

[۱۶۷] یعنی ذرا یہود مدینہ سے سبت والوں کی بات تو پوچھئے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ قصہ ان میں بڑا مشہور و معروف تھا اور بروایت تواتر چلا آ رہا تھا۔ جس سے یہود انکار نہیں کر سکتے تھے یہ کوئی ایسا حکم نہیں تھا جس کا بجا لانا آپ ﷺ کے لیے ضروری ہو یا فی الواقع آپ ﷺ نے یہود سے پوچھا ہو اس واقعہ کی تفصیل بھی پہلے سورہ بقرہ کی آیت ۶۵ کے حواشی میں گزر چکی ہے اور اس قصہ کو یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ جتلانا ہے کہ یہ یہود نسلاً بعد نسل سرکش اور نافرمان چلے آ رہے ہیں۔ سرکشی اور نافرمانی ان کی رگ رگ میں رچی ہوئی ہے۔ لہٰذا ان کی اسلام دشمن سرگرمیاں اور اللہ کی نافرمانی سے کچھ تعجب نہ ہونا چاہیے۔

رہی یہ بات کہ ان کی شکلیں فی الواقع بندروں جیسی بن گئی تھیں یا نہیں تو اگرچہ بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا تھا تاہم راجح

الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

اور (اے نبی) اپنے پروردگار کو صبح و شام[۲۰۳] دل ہی دل میں عاجزی، خوف کے ساتھ اور زبان سے بھی ہلکی آواز سے یاد کیا کیجئے اور ان لوگوں سے نہ ہو جایئے جو غفلت[۲۰۴] میں پڑے ہوئے ہیں (۲۰۵)

بلند آواز سے نہ پڑھا کریں کیونکہ اس طرح ان کے بچے اور ان کی عورتیں قرآن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ دوسرے انہوں نے آپس میں سمجھوتہ کر رکھا تھا کہ ہم میں سے کوئی شخص قرآن نہ سنے۔ اگرچہ قرآن کی فصاحت و بلاغت اور شیریں انداز کلام سے وہ خود بھی متاثر ہو کر اپنی اس تدبیر کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کبھی کبھی قرآن سن لیا کرتے تھے۔ اور قرآن کی دعوت کو روکنے کے لیے ان کی تیسری تدبیر یہ تھی کہ جہاں قرآن پڑھا جا رہا ہو وہاں خوب شور و غل کیا جائے تاکہ قرآن کی آواز کسی کے کانوں میں نہ پڑ سکے اس طرح تم اپنے مشن میں کامیاب ہو سکتے ہو۔ (۴۱:۲۶)

اسی پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس روش کو چھوڑ دو اور ذرا غور سے سنو تو سہی کہ اس میں کیا تعلیم دی گئی ہے کیا عجب کہ تم خود بھی اسی رحمت کے حصہ دار بن جاؤ جو ایمان لانے والوں کو نصیب ہو چکی ہے۔ مخالفین کی معاندانہ سرگرمیوں کے مقابلہ میں یہ ایسا دل نشین اندازِ تبلیغ ہے جس سے ایک داعی حق کو بہت سے سبق مل سکتے ہیں۔

❁ قرآن کو خاموشی سے سننا:۔ اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے وہ مسلم اور غیر مسلم سب کے لیے عام ہے اور اس سے یہ بات بھی مستنبط ہوتی ہے کہ جہاں قرآن پڑھا اور سنا جاتا ہو وہاں اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ایک مسئلہ یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب جہری نمازوں میں امام قراءت کر رہا ہو تو مقتدی کو بھی بالخصوص سورۂ فاتحہ ساتھ ساتھ دل میں پڑھنی چاہیے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں اگرچہ بعض علماء نے اختلاف کیا ہے تاہم ہمارے خیال میں اس مسئلہ میں وہ حدیث قول فیصل کا حکم رکھتی ہے جو سورۂ فاتحہ کے حاشیہ نمبر ا میں درج کی جا چکی ہے۔

[۲۰۳] ❁ تلاوتِ قرآن کے آداب:۔ صبح و شام سے مراد یہ دونوں مخصوص وقت بھی ہو سکتے ہیں اور صبح و شام کی نمازیں بھی اور صبح و شام بطور محاورہ استعمال ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر وقت اللہ کو یاد کرتے رہنا یا دل میں اس کی یاد رکھنا چاہیے۔ اسی طرح ذکر سے مراد قرآن کریم کی تلاوت بھی ہو سکتی ہے کیونکہ سب سے بڑا ذکر تو خود قرآن کریم ہے اور نمازیں بھی ہو سکتی ہیں جن میں اللہ کو یاد کیا جاتا ہے اور ہر وقت دل میں یاد رکھنا بھی مراد ہو سکتا ہے اور جس ذکر میں دل اور زبان دونوں مشغول ہوں تو دل میں عاجزی اور خضوع ہونا چاہیے اور آواز پست ہونا چاہیے خواہ یہ ذِکر جہراً ہی کیا جا رہا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا یہی تقاضا ہے۔

[۲۰۴] سب سے بڑی غفلت تو یہی ہے کہ انسان یہ بھول جائے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اس دنیا میں جو دارالامتحان ہے اسے اللہ کا بندہ بن کر ہی رہنا چاہیے۔ نیز یہ بھول جائے کہ آخرت میں اس کے سب اعمال پر جواب طلبی اور مؤاخذہ ہوگا۔ دنیا میں جب بھی کوئی فتنہ و فساد پیدا ہوا ہے تو اسی قسم کی غفلت سے پیدا ہوا ہے اسی لیے مسلمانوں کو بار بار تاکید کی جا رہی ہے کہ انہیں کسی وقت بھی ایسی غفلت میں نہ رہنا چاہیے اور اللہ کو یاد کرتے رہنا چاہیے جو اس غفلت کا صحیح علاج ہے۔

رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ
اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ
اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

جو پیچھے بیٹھ رہنے پر خوش تھے تو اب بھی پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو(۸۳) اور اگر ان منافقوں میں سے کوئی مر جائے تو نہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا اور نہ (دعائے خیر کے لئے) اس کی قبر پر کھڑے ہونا کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا[۹۹] اور اسی نافرمانی کی حالت میں مر گئے(۸۴) اور ان کے اموال اور اولاد (کی کثرت) سے آپ متعجب نہ ہوں۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ انہی چیزوں سے انہیں دنیا میں ہی سزا دے اور[۱۰۰] اسی کفر کی حالت میں ان کی جانیں نکل جائیں(۸۵)

کے پر زور دعوے کریں گے تو آپ ان کے ایسے دل خوش کر دینے والے اور زبانی دعووں کا قطعاً اعتبار نہ کیجئے۔ کیونکہ اگر کوئی ایسا وقت آ بھی گیا تو یہ لوگ اس وقت بھی یہی کچھ کریں گے جو اس دفعہ کر چکے ہیں۔ یعنی پھر وہ جھوٹے بہانے تراش تراش کر آپ سے معذرت کرنے لگیں گے تو اس سے بہتر یہی ہے کہ ابھی سے انہیں پکی رخصت دے دو اور کہہ دو کہ تمہارے نصیب میں بس عورتوں اور بچوں کی طرح پیچھے رہنا ہی لکھا ہے۔ لہٰذا تم خوش ہو لو۔ اس طرح آئندہ تمہیں نہ کوئی حیلہ بہانہ گھڑنا پڑے گا اور نہ کسی معذرت کی ضرورت پیش آئے گی۔

[۹۹] ❁ منافقوں کے لئے مغفرت بے فائدہ ہے:۔ اس آیت کا تعلق اسی سورہ کی آیت نمبر ۸۰ سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھایا تو وہ اس لحاظ سے تھا کہ منافقین اگرچہ دل سے کافر تھے مگر ظاہری طور پر ان پر شرعی احکام ویسے ہی نافذ ہوتے تھے جیسے سچے مومنوں پر لاگو ہوتے تھے اور حدیث مندرجہ بالا سے واضح ہے کہ بالخصوص جنازہ پڑھانے اور دعائے مغفرت کرنے کے بارے میں سیدنا عمرؓ کی رائے آپ ﷺ کی رائے سے مختلف تھی حتیٰ کہ سیدنا عمرؓ نے آپ ﷺ سے تکرار بھی کی اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمرؓ کی رائے کے مطابق وحی نازل فرمائی۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اب منافقوں سے نرم قسم کی پالیسی اختیار کرنے کا دور گزر چکا تھا۔ اور ان سے سخت رویہ اختیار کرنا عین منشائے الٰہی کے مطابق تھا۔ ضمناً ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے کسی گنہگار کے حق میں استغفار کرنے سے اس کی معافی ہو سکتی ہے۔ لیکن بد اعتقاد لوگوں کی معافی کی کوئی صورت نہیں خواہ آپ کتنی ہی زیادہ دفعہ اس کے لیے استغفار کریں۔

منافقوں کی نماز جنازہ:۔ چنانچہ اس حکم کے بعد آپ ﷺ نے منافقوں کی نماز جنازہ پڑھانا یا ان کے حق میں استغفار کرنا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن آپ ﷺ کی زندگی کے بعد کسی پر نفاق کا فتویٰ لگانا بہت مشکل کام ہے کیونکہ دلوں کے احوال تو اللہ ہی جانتا ہے اور سیدنا عمرؓ اپنے دور میں یہ دیکھتے تھے کہ سیدنا حذیفہؓ بن یمان جنازہ میں شریک ہیں یا نہیں۔ اگر وہ شریک ہوتے تو آپ بھی شریک ہو جاتے تھے اور اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہ صاحب جنازہ مومن آدمی تھا۔ منافق نہیں تھا۔ کیونکہ سیدنا حذیفہؓ کو رسول اللہ ﷺ نے منافقوں کی پہچان کرا دی تھی اور وہ "رازدان رسول" تھے۔

[۱۰۰] اس آیت کا پورا مضمون اسی سورہ کی آیت نمبر ۵۵ میں گزر چکا ہے لہٰذا اس کی تشریح کے لیے آیت نمبر ۵۵ کا حاشیہ

الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾
اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ
اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ
وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ

وہ یکتا ہے اور سب کو دبا کر رکھنے والا ہے۔(۶۵) وہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے،
غالب ہے[۶۶]، معاف کرنے والا ہے(۶۶) آپ ان سے کہئے کہ: یہ ایک بہت بڑی خبر ہے(۶۷) جس سے تم
اعراض[۶۷] کر رہے ہو(۶۸) مجھے تو عالم بالا[۶۸] کے متعلق کچھ علم نہ تھا جب وہ جھگڑ رہے تھے۔(۶۹) مجھے تو صرف اس
لیے وحی کردی جاتی ہے کہ میں کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں(۷۰) جبکہ آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں مٹی
سے ایک انسان بنانے والا ہوں(۷۱) تو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کردوں اور اس میں اپنی (پیدا کی ہوئی) روح پھونک
دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا۔(۷۲) چنانچہ سب فرشتوں نے مل کر اسے سجدہ کیا۔(۷۳) سوائے ابلیس کے،

لے آنا میرا کام نہیں۔ اگر میری بات مان لوگے تو اس میں تمہارا فائدہ ہے اور نہ مانوگے تو اپنا انجام خود دیکھ لوگے اور یاد رکھو کہ حقیقی الٰہ صرف اللہ اکیلا ہے جو تمہیں سزا دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

[۶۶] اس سے پہلی آیت میں اپنی صفت قہاری کا ذکر فرمایا۔ جبکہ مخاطب کافر تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دبا کر رکھنے والا ہے۔ کافر اس کی گرفت سے کسی وقت بھی بچ نہیں سکتے۔ اور اس آیت میں اپنی صفت غفاری کا ذکر فرمایا یعنی جو بندے ایمان لے آئیں اور اس کے بندے بن کر رہیں ان کے گناہوں کو معاف کر دینے والا ہے۔

[۶۷] یعنی قیامت کی خبر کوئی معمولی خبر نہیں جس کا تم مذاق اڑاتے اور بار بار پوچھتے رہتے ہو کہ کب آئے گی، آ کیوں نہیں جاتی؟ ہمارا حساب کتاب ابھی ہمیں کیوں نہیں دے دیا جاتا؟ اگر تم اس کی حقیقت کو سمجھ لو۔ اور اس دن کے ہولناک مناظر کو اپنے سامنے لاؤ تو یہ اتنی بڑی چیز ہے کہ تمہارے طرز زندگی کا رخ موڑ سکتی ہے۔

[۶۸] ❁ عالم بالا میں فرشتوں کی بحثیں:۔ عالم بالا سے مراد فرشتوں کا مستقر ہے۔ ان میں بھی کبھی کبھار کوئی بحث چھڑ جاتی ہے۔ انہیں میں سے ایک بحث وہ ہے جو سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت ہوئی تھی اور جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے یہ خطاب ہے۔ کہ آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ عالم بالا میں جو کچھ بحثیں وغیرہ ہوتی ہیں۔ مجھے ان کا قطعاً کچھ علم نہیں ہوتا صرف اسی بات کا علم ہوتا ہے۔ جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے اور میں چونکہ لوگوں کو ان کے انجام سے خبردار کرنے والا ہوں لہٰذا مجھے صرف انہی بحثوں کے متعلق وحی کی جاتی ہے جن کا تعلق انسانوں کی ہدایت سے ہوتا ہے۔

يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هَٰذَا مَا
تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ إِنَّ هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِن نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾ هَٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ﴿٥٥﴾
جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾ هَٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَآخَرُ مِن شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾
هَٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُو النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوا بَلْ أَنتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ

لذیذ میوے اور مشروب طلب کریں گے۔(۵۱) نیز ان کے پاس نگاہیں جھکائے رکھنے والی ہم عمر[۵۷] بیویاں بھی ہوں گی۔(۵۲) یہ وہ چیزیں ہیں جن کا روزِ حساب کیلئے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔(۵۳) بلاشبہ یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔(۵۴) یہ (تو تھا پرہیزگاروں کا انجام) اور سرکشوں کیلئے بہت برا ٹھکانا ہوگا(۵۵) یعنی دوزخ، جس میں وہ داخل ہوں گے جو بہت بری جگہ ہے۔(۵۶) یہ ہے ان کا انجام اب وہ مزا چکھیں کھولتے ہوئے پانی کا اور پیپ[۵۸] کا(۵۷) اور ایسی ہی کئی قسم کی دوسری چیزوں کا(۵۸) (دیکھو) یہ ایک اور لشکر[۵۹] (تمہارے پیروؤں کا) تمہارے ساتھ گھسا چلا آرہا ہے انہیں کوئی خوش آمدید نہیں یہ بھی دوزخ میں آرہے[۶۰] ہیں(۵۹) (آنے والے پہلوں کو) کہیں گے۔ نہیں بلکہ تمہارے لئے ہی خوش آمدید نہ ہو۔

کے کھلے ہونے یا رہنے کی تین صورتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ دروازے ہر وقت کھلے رہیں دوسری یہ کہ دروازے بند ہوں مگر جب اہل جنت گزرنا چاہیں تو وہ از خود کھل جائیں۔ اور تیسری یہ کہ جب اہل جنت گزرنا چاہیں تو فرشتے فوراً دروازے کھول دیں۔ سورہ الزمر کی آیت نمبر ۷۳ سے اسی تیسری صورت کی تائید ہوتی ہے۔

[۵۷] ۞ اتراب کا لغوی مفہوم۔ اتراب بمعنی ایسی ہم عمر عورتیں جن کے مزاج میں ہم آہنگی بھی پائی جاتی ہو۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ عورتیں باہم ہم عمر ہوں، دوسرے یہ کہ وہ اپنے خاوندوں کی ہم عمر ہوں اور یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں۔

[۵۸] ۞ غساق کا لغوی مفہوم:۔ غساق کا معنی عموماً پیپ یا بہتی پیپ کر لیا جاتا ہے جس میں خون کی بھی آمیزش ہو جبکہ صاحب منجد، فقہ اللغہ اور منتہی الارب سب نے اس کے معنی انتہائی ٹھنڈا اور بدبودار پانی بتائے ہیں۔ قرآن میں دو مقامات پر غساق کا لفظ حمیم کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے ایک اس مقام پر اور دوسرے سورہ نبا کی آیت نمبر ۲۵ میں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی شدید ٹھنڈا اور بدبودار پانی ہی کرنا زیادہ مناسب ہے۔

[۵۹] یہاں ازواج کا لفظ ہم مثل چیزوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی اسی طرح کی اور بھی کئی گندی اور ناگوار چیزیں انہیں کھانا یا پینا پڑیں گی یا ایسی چیزوں سے انہیں عذاب دیا جائے گا۔

[۶۰] ۞ اہل جہنم کا باہمی مکالمہ اور ایک دوسرے پر الزام:۔ یہ اہل دوزخ کے دوزخ میں داخل ہونے کے وقت کا ایک مکالمہ پیش کیا گیا ہے پہلا گروہ تو بڑے لوگوں اور سرداروں اور پیشواؤں کا ہوگا۔ انہیں فرشتے جہنم کے کنارے لاکھڑا کریں گے۔ پھر ان کے بعد ان کے پیروکاروں کی عظیم جماعت کو لایا جائے گا۔ سردار حضرات اس عظیم جماعت کو دیکھتے ہی کہنے لگیں گے۔ یہ ایک اور جماعت جہنم میں داخل ہونے کے لئے بیتابی سے آگے بڑھتی چلی آرہی ہے۔ ان پر اللہ کی مار اور پھٹکار یہ کہاں

مضامین	صفحہ نمبر
سورة یوسف	
قرآن کی عربی زبان اور روایت بالمعنی کی ضرورت	۳۷۷
قریش مکہ کا یہود کے کہنے پر آپ ﷺ سے سوال 'بنی اسرائیل مصر کیسے پہنچ گئے؟	۳۷۷
سورہ کا نزول اور آپ ﷺ کی نبوت کا ثبوت	۳۷۸
قصہ یوسف اور حالات قریش میں مماثلت کی وجوہ	۳۷۸
سیدنا یوسف ؑ سے ان کے باپ کی محبت کی وجوہ	۳۷۸
سجدہ تعظیمی	۳۷۹
سیدنا یوسف ؑ کے خواب کے واضح نتائج	۳۷۹
سیدنا یوسف ؑ سب سے مکرم	۳۸۰
قصہ یوسف ؑ اور سائلین یعنی کفار مکہ کے حالات میں مماثلت کی وجوہ	۳۸۰
صالحین کے دو مفہوم	۳۸۰
بھائیوں کا باپ سے یوسف ؑ کو ساتھ لے جانے کا اصرار	۳۸۱
جنگل میں برادران یوسف کے مشاغل	۳۸۳
اناڑی مجرم	۳۸۳
قافلہ والوں کا یوسف ؑ کو کنویں سے نکالنا	۳۸۴
یوسف ؑ کے بیچنے والے کون تھے؟ برادران یوسف یا قافلے والے؟	۳۸۴
تاویل الاحادیث سے مراد رموز مملکت اور اصولِ حکمرانی ہیں	۳۸۵
سیدنا یوسف ؑ کے لیے دورِ ابتلاء	۳۸۶
زلیخا کا یوسف ؑ کو بدکاری کے لیے ورغلانا	۳۸۶
عصمت انبیاء کا مفہوم	۳۸۷
زلیخا کا چلتر	۳۸۷
قرینہ کی شہادت	۳۸۸
عورتوں کا فتنہ	۳۸۹
شہر کی عورتوں کی چہ میگوئیاں اور زلیخا کو طعنے	۳۸۹

مضامین	صفحہ نمبر
ضیافت کا اہتمام	۳۹۰
تبصرہ کرنے والی عورتوں کی شہادت	۳۹۰
زلیخا کی دھمکی	۳۹۰
مصری تہذیب کی فحاشی کا نمونہ	۳۹۱
سیدنا یوسف ؑ کی دعا اور قید کو ترجیح دینا	۳۹۱
عالم بے عمل	۳۹۱
مصری عدالتوں پر بڑے لوگوں کا دباؤ	۳۹۱
دو قیدیوں کا اپنی اپنی خوابوں کی تعبیر پوچھنا	۳۹۲
سیدنا یوسف ؑ کا قیدیوں کو دین کے اصول سمجھانا	۳۹۲
تبلیغ کا بہترین وقت	۳۹۳
سیدنا یوسف ؑ کی نبوت کا زمانہ	۳۹۳
شرک اور تقلید آباء	۳۹۴
خوابوں کی تعبیر	۳۹۴
سیدنا یوسف ؑ کی قید کی مدت	۳۹۵
شاہ مصر کا خواب	۳۹۵
تعبیر بتانے والوں کی معذرت	۳۹۵
ساقی کا سیدنا یوسف ؑ سے خواب کی تعبیر پوچھنا	۳۹۶
سیدنا یوسف ؑ کا خواب کی تعبیر اس کا علاج اور پیش آنے والے سب حالات بتادینا	۳۹۷
الزام کی بریت سے پہلے سیدنا یوسف ؑ کا قید خانہ سے رہا ہونے سے انکار	۳۹۷
عورتوں کا اعتراف جرم	۳۹۸
سیدنا یوسف ؑ کا صبر و تحمل	۳۹۸
سیدنا یوسف ؑ کی کسر نفسی	۳۹۸
شاہ مصر کی سیدنا یوسف ؑ کو پیشکش	۳۹۹
سیدنا یوسف ؑ نے شاہ مصر سے کس چیز کا مطالبہ کیا تھا؟	۴۰۰
طلب امارت کس صورت میں مذموم ہے؟	۴۰۰